

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

دعواتِ عبیدیت حق
ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

فضیلتِ علم

مقصد کی بلندی اور اس کے تقاضے

یہ خطاب ۲۳ شوال ۱۳۸۸ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں
طلباء اور اساتذہ کے مجمع سے کیا گیا



حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس پرفتن دور میں آپ کو یہاں حصولِ علم کے لئے
جمع ہونے کی توفیق ہوئی۔ ہم اور آپ ایک عظیم مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ دنیا میں ہر شخص
کا ایک مقصد ہوتا ہے، کسی کا مال و دولت، کسی کا حکومت و سلطنت، مگر ان لوگوں کا یہ مقصد
تہارے مقصد کے سامنے ہیج ہے اگر ایک فرد یا جماعت کی سچی بار آور ہو بھی جائے اور
ساری زمین کی حکومت اس کے ہاتھ آجائے مگر اسکی پوزیشن اور مقام زیادہ سے زیادہ
امریکہ کے صدر نکسن یا روس کے صدر کے برابر ہو جائے گا، اور یہ مرتبہ یا منصب چند دن
رہے گا۔ اگر ایک شخص کرڈپٹی بنا تو قارون اور فرود و شاد کے مقام پر فائز ہوا۔ اس کے
مقصد کا مقام صرف یہی ہے۔ مگر آپ لوگ جس مقصد کیلئے نکلتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ
نے یہ پورا کر دیا اور آپ کامیاب ہو گئے تو یہ مقصد و مقام اتنا بلند ہے کہ حسبِ ارشاد
بنوی العلماء و رشتہ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) گویا وراثتِ بنوی کا مقام آپ کو
حاصل ہوا، اس کے مقابلہ میں دنیا کی صدارت اور وزارت کیا چیز ہے؟ صدر کرسی پر بیٹھا
ہے اور لوگ اسے گالیاں دیتے ہیں۔ مگر عالم کا مقام کیا ہے؟ انبیاء کرام نے اپنی وراثت

فضیلتِ علم

علم چھوڑا ہے۔ انبیاء کا خصوصی شان اور کمال ہے، اللہ سے بلا واسطہ یا بواسطہ جبریل کے علم حاصل کر کے دنیا تک پہنچانا ہے، تو ایک عالم کا مقام و راشت بنوری کا ہے۔ پھر علم سے صرف آخرت نہیں بنتی بلکہ دنیا کی عزت و جاہت اور بھلائی بھی علم ہی سے ہے۔ دنیا کی بقاء علم سے ہے حضرت آدم کو خدا نے اسماء کی تعلیم دی پھر اس فضیلت کی وجہ سے اسے اپنی خلافت عطا فرمائی فرشتوں نے ان کی تعظیم کی۔ یہ خلافت ربانی کا منصب جلیلہ صرف فضیلتِ علم کی وجہ سے انسان کو نصیب ہوا ہے۔ عبادت کرنے والے تو آسمانوں میں بہت تھے، فرشتے بشمار موجود تھے، مگر علم کا مقام اتنا اونچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: انی اعلم ما لا تعلمون۔ (بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) مجھے علم ہے کہ میں نے آدم کو کیوں خلافت دی۔

حضرت ابراہیم ادہم ایک بادشاہ گذرے ہیں، انہوں نے اللہ کی رضا کی تلاش کی خاطر بادشاہت چھوڑ دی۔ بڑے ولی گذرے ہیں عجیب حالات ہیں ان کے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رحلتِ علم (علم کے لئے سفر جاری رہنے) کی وجہ سے زمین پر آفات اور بلیات نازل نہیں ہوتے رحلت کا مقصد حدیث بنوی اور قرآن کریم کی خاطر لوگوں کا ایک مقام سے دوسری جگہ کا سفر کرنا ہے۔ جیسے قم لوگوں نے مختلف دیار اور دور دراز مقامات سے یہاں تک کا سفر کیا۔ حدیث کی کتابوں میں پڑھو گے کہ ایک صحابی حضرت ابو الیوب انصاریؒ نے جو دس سال تک حضورؐ کی خدمت میں رہے ایک حدیث کی خاطر ادنیٰ خریدی اور دوسرے صحابیؒ کے پاس چالیس دن کا سفر کر کے پہنچے اور ایک حدیث: اللہ فی عون العبد مادام العبد فی عون اخیه۔ سن کر واپس ہوئے۔

حج کے موقع پر دور دراز سے لوگ علوسند کی خاطر مکہ معظمہ آتے کہ جس شیخ سے حدیث پہنچی ہے اگر وہ حج کرنے آئے ہوں تو ان سے براہ راست سن لی جائے اور بیچ سے راویوں کے واسطے کٹ جائیں، یہ ان لوگوں کا شوق اور تڑپ اور علم کا جذبہ ہے جو صحابہ کرام ہیں اگر سیکندریہ بھی حضور اقدس کی زیارت حالتِ اسلام میں ہو اور اسلام پر خاتمہ ہو جائے تو اس صحابی کا مقام تمام اولیاء سے بلند ہے، وہ بدو صحابی جو دور سے میدانِ عرفات میں کھڑا حضور اقدسؐ کے دیدار کر رہا ہے، اس کا مقام تمام اولیاء تمام اقطاب اور ابدال سے اونچا ہے۔ تو ابو الیوب انصاریؒ جو دس سال تک حضورؐ سے

فیض پاتے رہے مگر اس زمانہ کا مشقتوں کا سفر مستقیم صرف ایک حدیث کیلئے اختیار کیا۔ اور حضرت جابرؓ جو بزرگ صحابی ہیں ایک حدیث کیلئے دمشق کا سفر کرتے ہیں تو ابراہیم اہم اسی رحلت کو آفات سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں تو علم دین حاصل کرنے والوں کی برکت سے اور مخلوق سے عذاب الہی جاتا ہے اور انسان وارث انبیاء بن جاتا ہے اور حضورؐ کا یہ ارشاد: العلماء ورثۃ الانبیاء۔۔۔ بھی منجملہ جوامع الکلم کے ہے کہ مقام اور ذمہ داریوں کا سارا نقشہ اس میں سمٹ آیا ہے، کہ جب علماء حضورؐ کے وارث کہلائے تو انہیں حضورؐ اقدس کی پوری زندگی ملحوظ رکھنی ہوگی۔ تب اس اونچے مقام پر نائز ہونے کے مستحق ہو سکیں گے۔ اگر دنیا کے معمولی منصب کیلئے جو آخرت کے مقابلہ میں بیچ ہے۔ انسان عزت اولاد مال اور جان کی قربانی دے سکتا ہے اور کثرباغی یا غدار کہلا کر پھانسی بھی ہو جاتا ہے، اور مقصود نہیں کر پاتا، طلب جاہ و منصب میں جان بھی دے دیتا ہے۔ تختہ دار پر چڑھتا ہے جیل جاتا ہے، جبکہ مقصد بھی حقیر اور کامیابی بھی مبہوم ہے، مگر پھر بھی قربانی اور جدوجہد میں لگے رہتے ہیں کہ *وَ اَنْتَ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ الْاَمْسَعٰی*۔ (نہیں ملے گا۔ انسان کو مگر وہی جسکی کوشش کی) اور خدا اس پر قادر بھی ہے کہ بلا اسباب مقاصد تک پہنچا دے، وہ قادر مطلق ہے۔ مگر اسباب کا سلسلہ چلایا جو عین حکمت کا تقاضا تھا۔ اولاد خدا بلا وسائل دے سکتا تھا۔ مگر نکاح اور توالد و تناسل کا سلسلہ لازمی قرار دیا اور ایسا نہ کرنا حکمت کے خلاف تھا کہ اس کی شفقت اور شانِ رحیمانہ ہی اسباب کی مقتضی ہے۔ تو علماء کو بلا جدوجہد اور تیاری کے اتنا عظیم منصب کب مل سکتا ہے یہ اہل دنیا و کانداز، تاجر، ڈرائیور اور ہوٹلوں کے ملازم دن رات کام میں مصروف رہتے ہیں، جن کا کاروبار جتنا زیادہ چلتا ہے اتنا ہی وہ آرام و راحت قربان کرتا جاتا ہے رات بارہ بجے سو کر صبح چار بجے پھر ڈیوٹی پر لگ جاتے ہیں کہ ان کے سامنے ایک مقصد ہے دنیا حاصل کرنا تب کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ ایک زمیندار سردی اور گرمی میں مل جوتا ہے۔ رات بھر کھیت کر پانی دیتا ہے مگر مقصد میں لگن کی وجہ سے مشقت محسوس نہیں کرتا۔ تو جب مقصد اتنا اہم اور عظیم ہو اور پھر جس میں کامیابی بھی غالب ہو سو میں سے کوئی ایک ناکام ہوتا ہے۔ اور پھر اکثریت کے ساتھ کامیابی کا وعدہ بھی ہو کہ اگر دین کے لئے کوئی قدم اٹھاؤ گے تو خدا کی مدد ضرور شامل ہوگی۔ والذین جاهدوا فینا لنہدینہم سبیلنا: (جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان پر ہدایت کے راستے کھول

دیں گے) اور اسے تنصرہ واللہ بنصرکم۔ (اگر تم نے اللہ کی مدد کی وہ تمہاری مدد کرے گا)۔
تو اگر علم کی راہ میں بڑی سی بڑی تکلیف بھی آجائے تب بھی وہ تکالیف اہل دنیا کی مشقتوں کے
کے سامنے ہیج ہیں۔ اتنے عظیم مقصد کیلئے اگر ہماری ہزار جانیں بھی قربان ہوں تو حق ادا نہ
ہوگا۔

ایک صحابی کو کافروں نے گرفتار کر لیا، ان کے سامنے ان کے دو ساتھی آگ پر جلتے
ہوئے تیل کی کڑاہی میں ڈال دئے گئے۔ اور انہیں کہا گیا کہ عیسائیت اختیار کر لو ورنہ آپ کا
بھی یہی حال ہوگا کہا تمہاری مرضی ہے، ڈال دو مگر کسی مجبور و بے کس کو اس طرح مجبور کرنا اور
یہ طریقہ تبلیغ غیرت اور شرافت کے خلاف ہے، تین دفعہ کڑاہی تک انہیں لے جایا
گیا۔ آخری مرتبہ صحابی کے آنسو ڈبڈبائے تو کافروں نے بلا کر کہا کہ شاید اب تم اپنے رویہ
پر پشیمان ہو چکے ہو، اگر ایسا ہے تو اب بھی ہم تجھے چھوڑ دیں گے انہوں نے فرمایا ارے
یہ تو فو! میں اس وجہ سے رویا ہوں کہ چند لمحے بعد جب میں اللہ کے حضور پیش ہوں گا،
تو کس منہ سے کہ صرف ایک جان تیرے لئے قربان کر دی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہر بال کے
بدلہ ایک روح ہوتی اور اسے قربان کر کے اللہ کے سامنے پیش کرتا تب سرخروئی ہوتی
اس وجہ سے مجھے رونا آیا۔ تو اس پر فتن دو میں علوم نبویہ اور قرآن و حدیث کیلئے
اگر معمولی مشقت پیش آجائے تو یہ کچھ بھی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تو بے حد رحیم ہیں۔ انہیں
ہمارے صغف اور کم حوصلگی کا اندازہ ہے۔ اس لئے ہم ابتلاء اور آزمائش بھی بہت کم آتی
ہے۔ انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کا حوصلہ اور مقام بہت اونچا اور ایمان بہت مضبوط تھا۔ اس
لئے ان کی ابتلاء اور آزمائش بھی بہت سخت ہوا کرتی تھی۔ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثلہ
خالا مثله۔ (لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے۔ پھر اسکی جو ان سے جتنا قریب ہو)۔
ایسے دور میں کہ علم کا زوال ہے حدیث اور قرآن ختم کرنے یا اس میں تغیر و تبدل کی
کوششیں ہو رہی ہیں اور عالم کی حقیقی توہین کی جا رہی ہے حالات اس قدر ناساز پہلے کبھی بھی نہ
تھے مگر اس کے باوجود آپ طلبہ علوم دین اور عام اہل علم کو جس اطمینان سے رزق میسر ہے وہ
ایک رئیس کہ بھی نہیں جو دینی ماحول مدرسہ میں آپ کی میسر ہے، ایسا پرسکون ماحول اہل دنیا کو
کہاں نصیب۔؟ کوئی زانی، شرابی اور فاسق و فاجر نہیں، ہر ایک کی نعل میں بخاری شریف،
مشکوٰۃ، حلائین، بیصادی یا ہدایہ ہے۔ ایسا پاکیزہ ماحول آج کل بہت مشکل سے ملتا ہے۔

مجھے کچھ دوست لاہور سے بہت دور باہر جنگل میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھوانے سے گئے، میں نے پوچھا تم نے اتنا دور کیوں مدرسہ قائم کیا، انہوں نے کہا کہ ہم شہر کے اس غلیظ ماحول سے تنگ آچکے ہیں اور وہاں سے بچوں کو دور رکھ کر تعلیم و تربیت دینا چاہتے ہیں تو ایسے شہروں میں اتنے پرسکون ماحول کی قدر آتی ہے۔ اور اب قدر کا احساس اس وجہ سے نہیں کہ آسانی سے یہ حاصل ہے۔

اسی ماہ ڈھاکہ جانا ہوا تو وہاں ایک صاحب نے اپنے معصوم اور چھوٹے بچوں کو یہاں بھیجنے کی خواہش ظاہر کی دنیاوی وسائل انہیں بہت زیادہ حاصل ہیں۔ مگر انہوں نے بھی یہی کہا کہ ڈھاکہ وغیرہ شہروں کی حالت بہت بگڑی ہے، ایسے مقامات پر بچوں کی صحیح تربیت بہت مشکل ہے، ہم چاہتے ہیں کہ شہر کے گندے ماحول سے باہر بچوں کی تربیت ہو سکے تو بہت حیشیتوں سے حق تعالیٰ نے اہل علم کو پرسکون اور اطمینان کی زندگی سے نوازا ہے۔ ہمارے اکابر کو حصولِ علم میں اتنی آسائش میسر نہیں تھی جو اس زمانہ کے طلبہ علم دین کو ہے اس وجہ سے کہ ہمتیں کمزور اور ضرورت بہت شدید ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ اتنی آسائش میں نہیں ڈالتے۔ ہمارے طالب علمی کے دور میں بھی اس علاقہ میں بے حد تکالیف برداشت کرنی پڑتیں۔ طالب علمی کے دور میں اس علاقہ کے ایک گاؤں میں ۶ ماہ کے عرصہ میں بہت کم ہی ایسا وقت آیا ہو گا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہو۔ ایک جگہ پڑھنے کے دوران تو ایسا ہوا کہ کھیت سے گھاس پتے جمع کر کے ساگ پکوا لیا جاتا اور اسی پر گذر اوقات ہوتا۔ عام طور پر مساجد میں طلبہ کو باجرہ کی روٹی ملتی تھی۔ تیل کے چراغ سے مطالعہ ہوتا جو ذرا سے تیز جھونکے سے بجھ جاتا، عجیب بے نفسی کا زمانہ تھا۔ اساتذہ بھی ساتھ بیٹھ کر وہی باجرہ یا مکئی کی روٹی کھا لیتے۔ ہمارے ایک استاد کہتے، اُن سے چند دن ملا حسن پڑھنا ہوا۔ موصغ گڑھی کپورہ میں ان کے پاس ٹھہرے کھتے وہ بھی مسافر تھے۔ اس وقت بہت ضعیف ہیں۔ اُس وقت ان کی جوانی کا زمانہ تھا، بڑے شوق سے کتابیں پڑھاتے، کھانا اکٹھا ہو جاتا تو طالب علموں کے ساتھ بیٹھ جاتے، اسی مکئی کی روٹی اور لسی میں شریک ہو جاتے۔ امام بخاریؒ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں سبق میں حاضر نہ ہوئے، ساتھیوں نے معلوم کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ گھر سے کچھ خشک روٹیاں ساتھ لائے تھے۔ دن میں ایک روٹی سے کام چلاتے۔ روٹیاں ختم ہوئیں تو رفتہ رفتہ سارے کپڑے فروخت ہوئے، ایک تہیند

رہتا تھا، مجبوراً اُسے بھی بیچ دینا پڑا، تو مجبوراً درس میں حاضر نہیں ہو سکے اور کواڑ بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔ حضرت حفصؓ فرماتے ہیں کہ ساتھیوں کو پتہ چلا تو کچھ رقم اکٹھی کر کے ان کے لئے کپڑے خریدے تب کہیں وہ باہر آکر سبق میں شریک ہونے لگے۔ غرض ایسی ایسی ابتلائیں اللہ تعالیٰ ہم صغفاء پر نہیں لاتے، تو نعمتوں کا شکر ضروری ہے اس نعمت حاصل کرنے میں خود پسندی اور غرور سے بہت احتراز کریں کہ میں بڑا ذہین اور فہمیدہ ہوں، فلاں نے میری عزت نہ کی، اچھی نظروں سے نہ دیکھا۔ جھگڑا تو زرِ زن زمین پر ہوتا ہے، طالبِ علمی میں تو ایسی ایک چیز بھی نہیں ہوتی، پھر جھگڑا اور اختلاف کہوں ہو، انانیت نکال دیں، نفس کو مٹا دیں تب علم حاصل ہوگا۔ العلم عزّ تحصیلِ سداۃ لا عزّ فیہ۔ علم عزّت ہے مگر ذلت اور عاجزی سے حاصل ہوتا ہے۔

طالبِ علم میں جتنی تواضع اور مسکنت آئے گی اور اسکی زندگی میں جتنی بھی سادگی ہوگی اتنا ہی وہ علم حاصل کر سکے گا اور علم میں برکت ہوگی ہمارے ایک مخلص دوست جو ایک جید عالم ہیں انہوں نے ایک منصوبہ پیش کیا اور کئی حضرات کی ازادہ اخلاص ایسی رائے ہوتی ہے کہ طالبِ علم کی رہائش کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طرز پر ہو جائے کہ نوکر ہاتھ دھلائے کھانا کھلائے، کپڑے دھوئے اور کمرہ صاف کرے اور اسی طرح پُر تکلف زندگی طلبہ دین کو میسر ہو، میں نے کہا کہ برائے خدا ایسا مت کرو ورنہ اس طرح علم اور اسکی روح ختم ہو جائے گی، یہ دین کا علم ہے اور ذلت تواضع تکابلیت اور مجاہدوں سے حاصل ہو سکتا ہے جن لوگوں نے طالبِ علمی کی زندگی ٹھٹھاٹ باٹ سے گزاری کہ تعیش کا دور دورہ تھا، صاف اور اچھے کپڑوں کی فکر تھی جاہ و جلال سے علم حاصل کرنا چاہا وہ اب علم سے کوڑے ہیں اور ان کا فیض معدوم ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی امیرِ خاندان سے تھے، امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے، آپ نے آزمانے کیلئے اونٹ یا بھینس کی تین بھری او جریاں لانے کا حکم دیا، امام محمد تصاب خانہ گئے اور ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک او جری اٹھائی اور تیسری دانتوں میں دبا کر چلے آئے، شوقِ علم تھا اور طلبِ صادق تھی، تب امام ابو حنیفہؒ کو ان کے شوق اور تواضع کا احساس ہوا، اور شکر و بنا لیا تاکہ چل کر امام کبیر بنے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے باعرب پیغمبرِ حکی ہدیت و جلال کی وجہ سے فرعون انکی گرفتاری کی جرأت نہ کر سکا غصہ اور جلال میں بال کھڑے ہو جائے، مگر جب ایک مرحلہ طالبِ علمی

کامیاب حضرت خضر کے پاس گئے تو انہوں نے بڑے رعب سے کہا کہ : انکے لئے تسطیع معی صبرا۔ علم کے لئے تو صبر و تحمل کی ضرورت ہے برداشت چاہئے، حضرت موسیٰ نے جلال کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار کی اور کہا کہ انشاء اللہ تو مجھے صبر کرنے والا پائے گا۔ منت سماجت کی کہ مجھے علم سکھائیے اگرچہ وہ علم بھی تکوینیات کا تھا اور غیر ضروری۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اولو العزم بنی اور رسول بنے اور ضروری علم علم شریعت انہیں حاصل تھا، اور استاذ کی نبوت بھی مختلف فیہ ہے، پھر بھی علم کی خاطر صبر و ضبط اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا۔ تو علم کیلئے تواضع ضروری ہے، عرب کہتے ہیں : من قال انا دق فی العلم۔ جس نے کہا میں ہوں وہ مشقت میں پڑ گیا۔ اس انا کو مٹانا چاہئے۔ صوفیاء کا قول ہے کہ : العلم حجاب۔ علم پردہ ہے۔ تو علم سے مراد علم النفس ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، تو صوفیاء کی غرض یہ ہے کہ اللہ اور بندہ کے درمیان علم نفس بڑا حجاب ہے۔ جاہل صوفیاء اس سے مراد علم ظاہر اور علم شریعت لیتے ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ : ان لم تکن تراہ یعنی ان لم توجد تراہ، کون، ثبوت، وجود، حصول ایک ہی چیز ہے کہ اپنے وجود اور ہونے کا احساس بھی نہ رہے تب اللہ کو پاسکو گے۔ یہ عصبیت قبائلی، قومی اور وطنی اور نفسانیت جب تک باقی ہو تو نہ خدا مل سکتا ہے نہ مقصد میں کامیابی ہوتی ہے۔ بہر تقدیر علم بڑی عزت ہے، اس کے سامنے آرام و راحت اور نفس پروری اور دنیا کی دیگر تمام آسائشیں، سیج ہیں۔ حضورؐ سے بڑھ کر کون ہے مگر دنیا میں ان سے بڑھ کر تواضع کون مل سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حصول علم کو رضا کے الہی کا ذریعہ بناؤ۔ امام بخاریؒ نے حدیث انما الاعمال بالنیات سے اپنی کتاب کا آغاز کیا کہ اعمال کی شرافت اور فضیلت کا دار و مدار نیت پر ہے، مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ قیامت کے دن تین آدمی دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے، ان میں ایک ایسا عالم بھی ہوگا جس نے نام و نمود اور دنیاوی وجاہت کیلئے علم حاصل کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ تم نے تو عالم اور مستعلم کہلانے کے لئے علم سیکھا اور وہ چیز تجھے دنیا میں مل چکی ہے، اسی طرح وہ شہید جو شہرت کیلئے جان دیدے، تیسرا وہ سخی جو لوگوں کے دکھلاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہو اور اللہ کی رضا مقصود نہ ہو۔ الغرض یہ تضاد و افتاد اور مناصب، دنیاوی کو غرض بنانا یہ شیطانی دسائیں ہیں۔ علم پر خود عمل کرتے اور دنیا کو دعوتِ خیر دینے کیلئے یہ سارا کارخانہ بنا ہے۔ ولتکن منکم ائمة یدعون

فضیلت علم

الحی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر۔ (تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکیوں کی طرف دعوت دے اور برائیوں سے روکے۔)

تو روناٹے مولیٰ اور تقویٰ اگر حاصل ہوا تو پھر دنیا و آخرت میں کسی قسم کی تکلیف کا بھی خطرہ نہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ویجملہہ المکتب والحکمت۔ (تعلیم کتاب و حکمت) سے پہلے دین کیم ہے، اور یہ اس لئے مقدم کر دیا کہ جب تک اخلاق حسنہ نہ ہوں قلب ذمائم سے صاف نہ ہو تو علم کتاب اور حکمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پلید برتن میں گھی یا دودھ ڈال دیا جائے تو وہ بھی نجس ہو جائے گا، ظرف کی نجاست کی وجہ سے علم کے نور سے محروم ہوتے ہیں۔ بہتوں کو دیکھا ہوگا کہ فاضل دیوبند و امینیہ اور مظاہر العلوم ہو کر بھی قادیانی پرویزی اور کیا کیا بن جاتے ہیں۔ اس لئے کہ کتاب و سنت تو پڑھی مگر باطن صاف نہیں تھا۔ تو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تزکیہ نفس ہو جائے، غیبت، غصہ، حسد، کینہ سے احتراز کریں، ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں اخلاق ذمیمہ سے احتراز کریں، دوسروں کیلئے گنجائش نکالیں کمرہ میں طعام میں، ایتار سے کام لیں۔ دیوبند میں نئے طلباء کے قیام و طعام کا انتظام دس بارہ دن تک قدیم طلبہ ہی کرتے رہے، ایک دوسرے سے ہمدردی ہونی چاہئے۔ فاسحوا یفسح اللہ لکم۔ تم نے گنجائش پیدا کر دی تو خدا تم پر بھی آسائش لے آئے گا ہر چیز میں۔ یفسح اللہ لکم فی العلم والعمل والدنیا والقبر والآخرۃ فی اللباس والاکل والشرب۔ علم، عمل دنیا و آخرت اور کھانے پینے ہر چیز کے لئے اس میں تعلیم ہے۔ اس لئے مغفول متروک ہے۔ ذیبت یعطی اہی کلت شیئی۔ جیسا ہے۔ نیز آپ کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے ہر چیز میں سنت نبوی کی اتباع ہونی چاہئے۔

حضرت حنیف بغدادی کو حالت نزع میں خادم نے وضو کرایا۔ بڑی تکلیف اور مشقت سے وضو ہوا مگر خلل جو مستحب ہے چھوڑ دیا۔ حضرت نے پھر حکم دیا کہ دوبارہ وضو کراؤ اور خلل بھی کراؤ۔ لوگوں نے کہا حضرت آپ کو بڑی تکلیف ہے اور خلل تو آداب وضو میں سے ہے۔ فرمایا کہ ان آداب اور سنن ہی کی وجہ خدا نے یہ مقام دیا ہے، اب میں اللہ کے حضور جارا ہوں تو نبی کریم کی سنت ترک کر کے جاؤں؟ اگر سنت پر خود عمل نہ ہو تو پرویز، فضل الرحمان جیسے محمدین اور منکرین سنت کا مقابلہ کیسے ہوگا، عمل میں کوتاہی اور سنت رسول ترک کرنے کی وجہ سے آج علماء کی بے وقعتی ہے

آپ کی ہر حرکت سنت کے مطابق ہونی چاہیے۔ خواہ حلقہ درس میں ہوں یا باہر، اگر درس میں بیٹھے ہوں اور آپ آنے جانے والے ہماروں کو دیکھیں تو وہ یہی سمجھیں گے کہ اسے کتاب کے ساتھ لگاؤ نہیں، اس لئے تو کتاب اور استاذ کی بجائے اسکی توجہ ادھر ادھر ہے۔ اسی طرح ڈاڑھی جو کہ سنت ہے اس کا نہایت اہتمام ہونا چاہیے۔ یہ جو ہر دوکان اور ادارہ پر کتبہ یا بورڈ لگا ہوتا ہے اسی طرح ڈاڑھی مسلمان ہونے اور حضور کے امتی ہونے کا لیل ہے، اگر کسی کا لیل فساق جیسا ہو تو وہ منبر پر کھڑا ہو کر لوگوں کو سنتوں کی تلقین اور منکرات کا بیان کیسے کر سکے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ ڈاڑھی مونڈنا اور تراشنا قبضہ سے کم دونوں فسق ہیں۔ تو حضرت حنیفہؓ نے فرمایا کہ قرب خداوندی کے اسباب اور وسائل تو یہی سنن اور آداب ہی ہیں۔ اسی طرح علم کا باطنی سبب استاذ کا احترام بھی ہے اگر استاذ اور شیخ کو ملازم کی حیثیت سے سمجھے تو ہرگز علم حاصل نہ ہو سکے گا۔ انگریزی علوم کو تو چھوڑیے کہ وہ ہے ہی ملازمت اور اکثر علوم بے دینی کے ہیں، وہ بے ادبی سے حاصل بھی ہوں تو تعجب نہیں حضرت شمس الائمہ مخرسی کا ایک علاقہ میں جانا ہوا، ایک شاگرد ملاقات کو بہت دیر سے آیا۔ اور عذر بیان کیا کہ والدہ کی علالت اور تیمارداری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا، انہوں نے فرمایا کہ انہیں عمر تو بہت ملے گی مگر علم کی برکت نہ ہوگی، یعنی والدین کی خدمت کی خاصیت یہ ہے کہ عمر بڑھ جائے مگر استاذ سے بے اعتنائی کی خاصیت علم کی برکت سے محرومی ہے۔ تو استاذ کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے بڑے سے بڑا ذہن بھی فیض سے محروم ہو جاتا ہے یہ علم اساتذہ کے جوتے سیدھے کرنے سے ملتا ہے کیونکہ استاذ کا ادب و احترام برقرار رہے گا تو استاذ کی دعا ملے گی۔ اسی طرح تحریر اور تقریر میں موجودہ تقاضوں کے مطابق پوری استعداد اور قابلیت حاصل کرنا ضروری ہے، اس وقت صرف چند طلبہ کو علم پڑھانا ہی خدمت نہیں بلکہ باہر میدان میں ملحدین اور اہل فتن کی تردید اور کلمہ حق اچھے سے اچھے طریقہ سے پہنچانا بھی ضروری ہے۔ اگر دشمن کے پاس ایٹم بم ہے اور تمہارے پاس صرف ایک لاٹھی ہے، تو اس سے مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ مخالفین تقریر و تحریر سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، طلبہ کو ان دونوں چیزوں سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ ایک بات اور بھی ذہن نشین کر لیں کہ ہمارا مسلک حنفی ہے اسے راجح سمجھتے ہیں اور سب ائمہ کو حق پر سمجھتے ہیں مگر امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں، کسی کی بے ادبی نہیں کہتے امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کا بھی احترام دلوں میں موجود ہے مگر ہمارا مسلک حنفی اور مشرب دیوبندی ہے۔ آپ فروعی اختلافات میں نہ پڑیں اور طالب علمی کا ہر لحظہ قیمتی اور غنیمت سمجھیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔۔۔